۹۲/۴۸۵-۴۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں

۱) دوران نماز زیر ناف ہاتھ باندھنے کے بارے میں ایک مولانا سے دوران وعظ یہ بات سنی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ "اگر آدھا ہاتھ ناف سے نیچے اور آدھا ہاتھ ناف سے اوپر باندھ لیا جائے تو ہاتھ باندھنے والی دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جائے گا" جب مفتی صاحب سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس وقت میرے علم میں نہیں ہے کہ یہ کہاں ہے البتہ اگر تم اس کی تصدیق چاہتے ہو تو دارالافتاء سے رابطہ کر کے پوچھ لو، چنانچہ اس سلسلے میں آنجناب سے رابطہ کر رہا ہوں، آپ حضرات اس بارے میں راہنمائی فرمائیں کہ اس طرح کرنے سے سنت طریقے پر عمل ہو جائے گا؟ کیونکہ ذہن میں یہ بات اٹھتی ہے کہ اس طرح تو کسی ایک حدیث پر بھی عمل نہیں ہوگا، کیونکہ ایک حدیث ناف سے نیچے کی ہے اور دوسری حدیث ناف سے اوپر کی، اور اس صورت پر عمل کرنے میں ہاتھ نہ تو ناف سے اوپر ہے اور نہ ناف سے نیچے۔

نیز! یہ بات بھی سنی کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث بنسبت ناف سے اوپر باندھنے والی احادیث کے ضعیف ہیں، صحیح مسئلے کی طرف نشاندہی فرمائیں۔

۲) نبی اکرم ﷺ نبوت ملنے سے پہلے کس شریعت کی اتباع کرتے تھے؟ آپ ﷺ کی عبادت کیا تھی؟

۳) اس دور میں غلام، باندی کا وجود ہے یا نہیں؟ اگر کوئی مسلم ملک کسی غیر مسلم ملک پر حملہ کر کے ان کی عورتوں کو پکڑ لائے تو کیا یہ باندیاں ہوں گی؟ اس طرح مجاہدین جو چھاپہ مار کاروایاں کرتے ہیں، اگر ان معرکوں میں وہ کفار کی عورتیں پکڑ لائیں تو ان پر باندیوں والے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟

جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ ہو

نوید قاسم، محمد علی صدیقی
ڈسکہ، سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔ آدھا ہاتھ ناف سے نیچے اور آدھا ہاتھ ناف سے اوپر باندھنے کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی قول یا روایت تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی۔

واضح رہے کہ نماز میں ناف سے اوپر اور ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق دونوں طرح کی روایات موجود ہیں، اکثر روایات میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے جبکہ کچھ روایات ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کے متعلق بھی موجود ہیں، اسی بنا پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے ناف سے نیچے اور اوپر دونوں جگہ ہاتھ باندھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق کئی صحابہ کرام اور تابعین عظام کی روایات اور اقوال موجود ہیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت (إن من سنة الصلاة وضع اليمين على الشمال تحت السرة) الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ "ابو داؤد"، "السنن الکبری للبیہقی"، "مسند احمد"، "مسائل أحمد بن حنبل"، "مصنف ابن ابی شیبہ"، "دار قطنی" میں مذکور ہے۔ اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت "السنن الکبری للبیہقی" میں، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت، اور ابو مجلز، ابراھیم نخعی رحمہما اللہ کی روایتیں "مصنف ابن ابی شیبہ" میں مذکور ہیں، (مذکورہ بالا سب حضرات کی روایتوں میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی صراحت موجود ہے)۔

جبکہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل اور دیگر روایات کتب حدیث میں وارد ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق وارد ہونے والی روایات کو ترجیح حاصل ہے۔

جیساکہ اعلاء السنن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قولی روایت ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق وارد ہونے والی تمام روایات فعلی ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت سے تعبیر کیا ہے

جبکہ اس کے علاوہ (ناف سے اوپر) سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق روایات ایسے اقوال پر مبنی ہیں جن سے ان کا عمومی ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فعل پر مواظبت اور پابندی کرنا معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ قیاساً بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو ترجیح حاصل ہے، اس لئے کہ تعظیم کے وقت ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔

بعض حضرات نے ان روایات پر کلام کیا ہے جن میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، لیکن محدثین کرام اور فقہاء عظام نے ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

جیساکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت سے تعبیر کیا ہے) "مسند احمدؒ" میں موجود ہے، اور بعض حضرات نے اس پر کلام کیا ہے، لیکن کنز العمال کے خطبہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ "مسند احمدؒ" میں جو روایت بھی ہو وہ مقبول ہے، اس لئے کہ "مسند احمدؒ" میں جو ضعیف روایت بھی ہو وہ بھی حسن کے درجہ میں ہوتی ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تجرید زوائد مسند بزار" میں لکھا ہے کہ جو روایت مسند احمد میں مذکور ہو اس کو کسی دوسری کتاب کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں۔

اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کئی کتب حدیث (جو اوپر ذکر کی گئی ہیں) میں مذکور ہے، یہ بھی حدیث کے قوی ہونے کی علامت ہے) اور حضرت ابوھریرۃ، حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہم کی روایات سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو تائید حاصل ہوتی ہے، اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کئی اسناد سے مروی ہے، جو کہ حدیث کے قوی ہونے کی علامت ہے۔

لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں وارد ہونے والی روایات ناف سے اوپر اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق وارد ہونے والی روایات کی بنسبت قوی ہیں، اور انہی پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

بقیہ منسلکہ ورق پر ملاحظہ ہو۔

عن قبيصة بن وهب عن أبيه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤمّنا فيأخذ شماله بيمينه. قال وفي الباب... قال أبو عيسى حديث هلب حديث حسن، والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين ومن بعدهم يرون أن يضع الرجل يمينه على شماله في الصلاة، ورأى بعضهم أن يضعها فوق السرة، ورأى بعضهم أن يضعهما تحت السرة، وكل ذلك واسع عندهم.

(الجامع للترمذي، كتاب الصلاة، باب في وضع اليمين على الشمال في الصلوة: ١/٥٩، سعيد)

أنّ عليًّا رضي الله عنه قال، من السنة وضع الكفّ على الكف في الصلاة تحت السرة. (أبو داود، كتاب الصلوة، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة: ١/١١٠، ط: إمداديه)

وفي عمدة القاري:

واحتج صاحب (الهداية) لأصحابنا في ذلك بقوله صلى الله عليه وسلم. إنّ من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة. قلت هذا قول عليّ بن أبي طالب، وإسناده إلى النبيّ صلى الله عليه وسلم غير صحيح، وإنّما رواه أحمد في (مسنده) والدارقطني، ثمّ البيهقي من جهته في (سننيهما) من حديث أبي جحيفة عن علي رضي الله تعالى عنه، أنّه قال: أنّ من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة، وقول عليّ إنّ من السنة. هذا اللفظ يدخل في المرفوع عندهم وقال أبو عمر في (التقصي)، واعلم: أنّ الصحابيّ إذا أطلق اسم السنة، فالمراد به سنة النبيّ صلى الله عليه وسلم - - - - -

جاری ہے

فإن قلت: سلّمنا هذا، ولكن الذي روي عن عليّ فيه مقال لأنّ في سنده عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي، قال أحمد: ليس بشيء، منكر الحديث، قلت: روى أبو داؤد وسكت عليه، ولعضده ما رواه ابن حزم من حديث أنس: من أخلاق النبوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة، وقال الترمذي العمل عند أهل العلم ..... إلخ

(أبواب صفة الصلوة، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلوة: ١/٥٠، دار الكتب العلمية)

وفي أبي داؤد: -

أنّ عليّاً رضي الله عنه قال: من السنّة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرّة. وفي بذل المجهود: - رواه أبو داؤد وأحمد، وقال الشوكاني الحديث ثابت في بعض نسخ أبي داؤد.... وفي إسناده عبد الرحمن بن إسحق الكوفيّ وهو ضعيف انتهى، قلت: وفي إسناده زياد بن زيد وهو مجهول، ولكن أخرج الدارقطني وغيره بثلاثة أسانيد، روى في سند به عن عبد الرحمن بن إسحق عن زياد بن زيد عن أبي جحيفة عن عليّ. وروى في السند الثالث عن عبد الرحمن بن إسحق عن النعمان بن سعد عن عليّ رضي الله عنه، فلا يضرّ جهالة زياد بن زيد. وأمّا ضعف عبد الرحمن فقد ينجبر بما أخرجه ابن أبي شيبة .... عن علقمة عن وائل ابن حجر عن أبيه. قال: رأيت النبيّ صلّى الله عليه وسلّم يضع يمينه على شماله تحت السرّة.... قال الشيخ النيموي: قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا ... هذا سند جيّد.. وقال العلامة محمد أبو الطيب المدنيّ في شرح الترمذي: هذا حديث قويّ من حيث السند.

جاری ہے

جامعة فاروقية

وأخرج ابن أبي شيبة في هذا الباب ... عن إبراهيم، قال: ليضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة.

وأيضا أخرج ابن أبي شيبة ... قال سمعت أبا مجلز وسألته، قال: قلت كيف أضع؟ قال: تضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله. ويجعلها أسفل من السرة ... وأيضا سيأتي ما أخرجه أبوداؤد عن أبي وائل، قال أبوهريرة: أخذ الكف على الكف في الصلوة تحت السرة.

وقال الشيخ النيموي منها ما أخرجه ابن حزم في المحلى تعليقاً عن عائشة، أنها قالت: ثلاث من النبوة ...... (إلى أن قالت) ووضع اليد اليمنى على اليسرى في الصلوة، وعن أنس مثل هذه. (أبواب صفة الصلاة، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلوة: ٢/٢٣، ط: إمدادية)

وفي إعلاء السنن:-

أن علياً رضي الله عنه قال: السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة.

وكتب رحمه الله في شرح هذا الحديث:- والحديث مذكور في مسند أحمد أيضًا، وقال السيوطي في خطبة كنز العمال: وكل ما كان في مسند أحمد فهو مقبول، فإن الضعيف الذي فيه يقرب من الحسن ... وقال الحافظ ابن حجر في كتابه تجريد زوائد مسند البزار: إذا كان الحديث في مسند أحمد لم يعز إلى غيره من المسانيد.

وعليه، فنقول إن حديث علي رضي الله عنه أرجح منه عندنا لما فيه من التصريح بأن وضع اليدين تحت السرة من السنة.

جاری ہے

وأحاديث الصدر عنها من قبيل الأفعال لا يثبت منها أن
الوضع على الصدر سنة واظب عليها النبي صلى الله عليه وسلم،
وإنما هي حكاية أحوال لا عموم لها . . . . . فكان
الأخذ بحديث تحت السترة أولى، وغيره محمول على بيان الجواز
عندنا، والقياس أيضا يرجح الوضع تحت السترة، لأنه المعهود
حال قصد التعظيم .

(كتاب الصلاة، وضع اليدين تحت السترة وكيفيته: ۱۹۳/۲، ۱۹۷، ط: ادارة القرآن)

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے سے پہلے کس شریعت کی پیروی کرتے تھے؟ اس کے بارے میں حضرات ائمہ کی دو رائے ہیں، بعض حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے سے پہلے شریعت ابراہیمی کی اتباع کرتے تھے جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے پہلے بھی آپ کسی خاص نبی کی شریعت کی اتباع نہیں کرتے تھے بلکہ جو عمل بھی آپ کو کشف کے ذریعہ بتایا جاتا تو آپ وہ اختیار کیا کرتے تھے "الدر المختار" میں اسی قول کو مختار کہا ہے، اور "النہر الفائق" میں اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے۔

نیز: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اپنے آپ کو اللہ کے لیئے فارغ کرنا اور اللہ کی قدرت کے متعلق سوچ بچار کرنے پر مشتمل تھی۔

قوله (فيتحنث) هي بمعنى يتحنف أي يتبع الحنفية، وهي دين إبراهيم

(فتح الباری، کتاب بدء الوحي، باب: ۳، ۱/۲۳، ۳۰، قدیمی)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب بدء الوحي، باب: ۳، ج: ۱، ص ۹۲، دار الكتب العلمية)

ثم هل كان قبل البعثة متعبدا بشرع أحد؟ المختار
لا بل كان يعمل بما ظهر له من الكشف الصادق من
شريعة إبراهيم وغيره . قوله: (المختار عندنا لا) نسبه في
التقرير الأكملي إلى محققي أصحابنا، قال لأنه عليه الصلاة
والسلام قبل الرسالة في مقام النبوة لم يكن من أمة نبي قط.

بقیہ مسئلہ ورق پر ملاحظہ ہو

وعزاه في النهر أيضا إلى الجمهور، واختار المحقق ابن الهمام في التحرير أنه كان متعبدا بما ثبت أنه شرع له على المخصوص، وليس هو من قومهم ......

وعندي أن هذا التعبد يشتمل على أنواع من الانعزال عن الناس والانقطاع إلى الله والأفكار.

(الدر مع الرد، كتاب الصلاة، مطلب: في تعبده عليه الصلاة والسلام قبل البعثة ١/٣٥٨، ط: سعيد)

٣- موجودہ دور میں مسلم ممالک اور غیر اسلامی ممالک کے مابین یہ معاہدہ ہوا ہے کہ کوئی کسی کو جنگ سے گرفتار کر کے غلام نہیں بنائے گا، لہذا اس معاہدہ کی پاسداری کرنی لازم ہے، اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کافر کو غلام بنائے۔ تاہم: یہ (غلام بنانا) منسوخ نہیں ہوا بلکہ فقط ایک معاہدہ ہے۔

وينبغي أن يتنبه هنا إلى شيء مهم، وهو أن أكثر العالم قد أحدثت معاهدة فيما بينها، وقررت أنها لا تسترق أسيرا من أسارى الحروب، وأكثر البلاد الإسلامية اليوم من شركاء هذه المعاهدة، ولا سيما أعضاء الأمم المتحدة فلا يجوز لمملكة إسلامية اليوم أن تسترق أسيرا ما دامت هذه المعاهدة باقية. (تكملة فتح الملهم، كتاب العتق: ١/٢٧٢، ط: مكتبه دار العلوم كراچی)

(وكذا في معارف القرآن، السورة: محمد: ٨/٢٧، ط: إدارة المعارف) فقط

والله تعالى أعلم بالصواب

كتبه: محمد جهانگیر باجوکوٹی
المتخصص في الفقه الإسلامي
بالجامعة الفاروقية بكراتشي
١٤٣١/١١/٥

الجواب صحيح
[signature]
١٥/١١/١٤٣١هـ

الجواب صحيح
[signature]
٢١/١١/١٤٣١